تعمیر سیرت

* شیخ انور

مئی ۲۰۱۴ء، رجب المرجب/شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ   جلد: ۴۰ شمارہ: ۵

(سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی روشنی میں)

انسان کی سیرت کی تعمیر بہت مشکل کام ہے۔ اس کے خیال و فکر کو بدلنا، تصور و فلسفہ کو بدلنا، روایات و رواجوں کو بدلنا، برسوں سے قائم طرزِ زندگی کو بدلنا، برسوں سے باپ دادا کے پوجنے کے اطوار کو بدلنا، برسوں سے مناصب پر قائم ہوئے گدیوں کو چھوڑنا، نفع و نقصان کے پیمانوں کو بدلنا، غرض اپنے آپ کو بدل کر ایک نئے قالب میں ڈھلنا بہت مشکل ہے۔ مشکل و کٹھن تو ہے مگر ناممکن نہیں۔ انسان اپنے ارادے، عزم و حوصلے، صبر و استقامت سے ایک نئے قالب میں ڈھل سکتا ہے۔ انسان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں و مقاموں میں نبی و رسول مبعوث فرما کر صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح پانے کے لئے کتابیں/ہدایت نامے نازل کیے۔ پھر آخر میں حضرت محمدؐ کو نبی آخر الزماں مبعوث فرما کر اور ہدایت کا آخری تا قیامت انسانوں کی رہنمائی کے لئے قرآن مجید نازل فرما کر انسانوں پر سب سے بڑا احسان کیا ہے۔ اب تمام انسانوں کے لئے قرآن و سنت رسولؐ حجت ہے جس پر چل کر دنیا و آخرت میں فلاح پا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات میں بنیادی عقیدہ، حقوق اللہ و حقوق العباد، حقوق نفس اور مقصد زندگی کے اہم اصول بیان فرمایا ہے۔ ان ابتدائی آیات کی روشنی میں مطالعہ کریں کہ نبی کریمؐ کس طرح صحابہ اجمعین کی سیرت کی تعمیر فرمائی اور صحابہ اجمعین کس طرح ان آیات کو اپنی زندگیوں میں اپنا کر فلاح و فوز سے ہمکنار ہوئے۔

فرمایا: ''یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے'' اس مختصر مگر جامع آیت سے ان تمام تصورات کو، پیمانوں کو، میعاروں کو کالعدم قرار دیا ہے، جو صرف دنیاوی مال و دولت کو حسب و نسب کو، خاندان و قبیلہ کی برتری کو، قوم و وطن کی محبت کو، منصب و سرداری کے حصول کو، عیش و عشرت کی زندگی کو اور عالیشان محلات کو اور آج کل بینک بیلنس کو، یہ سب دنیاوی چیزیں حقیقی فلاح کی ضامن نہیں۔ حقیقی فلاح کے لئے ان چیزوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس شرط پر کہ سب سے پہلے اپنے خالق و مالک و حاکم و

رب پر ایمان لایا جائے۔ ایمان بھی زبانی اقرار نہیں بلکہ دل میں اس کی تصدیق ہو اور ایمان باللہ راسخ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ صرف ہمارا خالق ہی نہیں جیسا کہ مشرک بھی خالق مانتے تھے بلکہ ہمارا مالک بھی ہے۔ اس کائنات کی تمام چیزیں نباتات و جمادات، دریا و پہاڑ، ہوا و پانی، زمین میں پائے جانے والے خزانے چاند و سورج، آسمان و سمندر سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اشرف المخلوق ہونے کی حیثیت سے انسان کو ان چیزوں پر تصرف کا اختیار ودیعت کیا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ نائب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ان چیزوں کا استعمال کرنا ہے۔ انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا اگر کرتا ہے تو مالک کی ناراضی مول لے گا۔ اللہ تعالیٰ، حاکم، مقتدر عزیز ہے۔ انسان کو چاہیے کہ نوکر و محکوم ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام و تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کو اپنی زندگی پر نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھی اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ کرے۔ شرک ظلمِ عظیم ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی نہ بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی جمال و کمال و عظیم ہستی ہے اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اس کے ہاتھ میں موت و حیات، نفع و نقصان کا اختیار ہے۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ غرض توحید کا تصور ذہن و دل میں راسخ ہو جائے اور (مکمل) توکل اسی پر کرے تو ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اللہ کو ہی نہیں اللہ کی بھی مان کر زندگی گزاریں۔

توحید پر ایمان کا لازمی جز رسالت و آخرت پر ایمان لانا بھی ہے۔ رسالت پر ایمان یہ کہ حضرت محمدؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نبوت ختم کر دی اور آپؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا جو تا قیامت تمام انسانوں کے لئے راہ ہدایت و نجات ہے۔ آپؐ نے قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق بہترین و مکمل اسوۂ حسنہ ہم سب کے لئے چھوڑے ہیں۔ اب آپؐ کی پیروی سے ہی ہدایت پا سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ آخرت پر ایمان یہ کہ انسان اس دنیا میں خلیفہ ہے اور اس کی زندگی امتحان والی زندگی ہے۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور دارالعمل ہے۔ ہر انسان اس دنیاوی زندگی کا ذمہ دار ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں اللہ کے حضور جوابدہ ہے۔ آخرت دارالجزا ہے اور وہاں ہمارے اعمال کے مطابق جزا و سزا، نیک اعمال، صالح اعمال کرنے والوں کو جنت اور ظلم و برے اعمال کرنے والوں کو دوزخ۔ آخرت کا یہ تصور ذہنوں میں راسخ ہونا ہے۔

توحید، رسالت و آخرت پر دل و جان سے ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں فلاح سے ہمکنار ہوں گے۔ پھر ایمان لانے والوں کے خصوصیات کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے اللہ کے حقوق کا ذکر ہے۔ ''جو اپنی نماز میں خشوع

اختیار کرتے ہیں۔'' نماز اسلام کے ارکان میں سب سے پہلی بنیاد ہے ایمان لانے کے بعد۔ نماز کیا ہے اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کے ذکر و تمجید کے لئے نماز بہترین ذریعہ ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ایمان و کفر کے درمیان نماز کا فرق ہے۔ ایمان لانے کے بعد اولین عملی تقاضا نماز ہے۔ مومنین نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ خشوع جسمانی طور سے بھی اور باطنی طور سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی کا استحضار، اللہ تعالیٰ کی کبریائی و بڑائی اور اپنی بے بسی و تذلیل کا اظہار، اپنی ناتوانی و بندگی کا اقرار۔ انسان کسی کے آگے اپنی ناک نیچے کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا مگر بندۂ مومن اللہ کے حضور اپنی ناک رگڑ کر بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بندگی کا اظہار ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یعنی سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔ جب مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اور ہم کلامی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مومن بندے سے قریب ہو جاتا ہے۔ مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کئے ہوئے اس سے قوت حاصل کرتا ہے۔ یہی قوت مومن بندے کے اندر اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے کے لئے ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی صبر کی، استقامت کی اور اللہ پر توکل کی صفات پیدا کرتی ہیں اور پروان چڑھاتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے تھک جاتا ہے تو اللہ کے حضور کھڑے ہوئے، اس کے ذکر سے، اس کی حمد سے پھر قوت حاصل کرتا ہے اور تازہ دم ہو کر اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ دن بھر جدوجہد کرتے ہوئے رات میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑتا ہے۔ اللہ ہی تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے اور رات بھر اسی سرچشمہ سے سیراب ہو کر دوسرے دن اللہ کی راہ میں محنت کرتا ہے۔ یعنی دن میں شہسوار اور رات ہیں نمازی۔ نبی کریمؐ اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے جب کبھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فوراً اللہ تعالیٰ سے لو لگاتے یعنی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ نماز مومن بندے کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھتی ہے اور یہی اصل مقصد ہے۔ دوسری طرف نماز مومن بندے کی زندگی کو پاکیزہ کرتی ہے۔ بے حیائی، فحش سے روک کر۔

پھر فرمایا: ''لغویات سے دور رہتے ہیں۔'' مومن بندے کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ہر وہ کام جو بے کار ہو، بے فائدہ ہو، لاحاصل ہو، فضول ہو، میں ملوث نہیں ہوتے۔ وہ فحش گوئی، بے حیائی، بے شرمی، بیہودہ باتیں کرتے ہیں اور نہ ان ہیں دوسروں کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں۔ انہیں مقصد زندگی کا شعور ہوتا ہے اور اسی مقصد زندگی یعنی اقامت دین کی جدوجہد میں زندگی گزارتے ہیں۔ انہیں اپنے نصب العین کا شعور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی، اس کی رضا و فلاح آخرت سے کوئی چیز غافل نہیں کرتی۔ مولانا مودودیؒ اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں: ''یہ چیز جسے اس مختصر فقرے میں بیان کیا گیا ہے، دراصل مومن کی اہم ترین صفات میں سے ہے۔ مومن وہ شخص ہوتا ہے جسے ہر وقت اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا دراصل ایک امتحان

گاہ ہے اور جس چیز کو زندگی اور عمر اور عمر کے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے وہ در حقیقت ایک نپی تلی مدت ہے جو اسے امتحان کے لئے دی گئی ہے۔ یہ احساس اس کو بالکل اس طالب علم کی طرح سنجیدہ مشغول اور منہمک بنا دیتا ہے جو امتحان کے کمرے میں بیٹھا اپنا پرچہ حل کر رہا ہو۔ جس طرح اس طالب کو یہ احساس ہوتا ہے کہ امتحان کے یہ چند گھنٹے اس کی آئندہ زندگی کے لئے فیصلہ کن ہیں، اور اس احساس کی وجہ سے وہ ان گھنٹوں کا ایک ایک لمحہ اپنے پرچے کو صحیح طریقے سے حل کرنے کی کوشش میں صرف کر ڈالنا چاہتا ہے اور ان کا کوئی سیکنڈ فضول ضائع کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح مومن بھی دنیا کی اس زندگی کو انہی کاموں میں صرف کرتا ہے جو انجام کار کے لحاظ سے مفید ہوں۔ حتیٰ کہ وہ تفریحات اور کھیلوں میں سے بھی ان چیزوں کا انتخاب کرتا ہے جو محض تضیع وقت نہ ہوں۔ بلکہ کسی بہتر مقصد کے لئے اسے تیار کرنے والی ہوں۔ اس کے نزدیک وقت کاٹنے کی چیز نہیں ہوتی بلکہ استعمال کرنے کی چیز ہوتی ہے۔" (حاشیہ ۶) وسیع معنوں میں بندۂ مومن ہر کام، ہر مشغلہ، ہر مصروفیت اپنے مقصد کے حصول اور نگاہیں نصب العین پر ٹکی ہوئی ہوتی ہیں۔

پھر فرمایا: "زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔" اسلام ہی واحد دین ہے جو اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس آیت میں اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعے سے، سیرت رسولؐ و سیرت صحابہؓ اجمعین کے مطالعہ سے ہمیں صاف طور سے عیاں ہو جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کے دو بنیادیں ہیں۔ ایک نماز اور دوسرا زکوٰۃ۔ یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد۔ پرندے کے دو بازو ہیں اور دونوں بازو پرندہ اوپر اڑنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح مومن بندہ بھی نماز و زکوٰۃ پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے۔ پرواز کرنے کے لئے پرندہ دونوں بازو نیچے زور سے دباتا ہے۔ اسی طرح مومن بندہ بھی عجز و انکساری و اخلاص کے ساتھ عمل کرتا ہے تو اس کی نیکیاں آسمان کی طرف پرواز کرتی ہیں۔ دوسری طرف ہم جائزہ لیں تو اگر ایک بازو زخمی ہو جائے یا ناکارہ ہو جائے تو پرندہ پرواز نہیں کرتا۔ اس سے نماز و زکوٰۃ کی اہمیت دین میں بڑھ جاتی ہے۔ دونوں کی یکساں اہمیت ہے اور دونوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔

(جاری)